مشاہدات و تأثرات

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، رئیس جامعۃ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد:

علمائ و صالحین کی زندگی کے حالات اور ان کی سیرت و سوانح کے تذکرہ سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں :

اول : ..... یہ کہ اس سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

دوم : یہ کہ ان کی سیرت و کردار کو لکھنے والا گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجھے ان صلحائ سے محبت ہے۔ اور میں ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں، اور ارشاد الٰہی : ”اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده“ اور حدیث نبویؐ : "المرء مع من احب" کے پیش نظر بارگاہ الٰہی میں ان اکابر کی بدولت اپنی ہدایت اور نجات اخروی کی درخواست کرتا ہے۔

سوم : یہ کہ علمائ صلحائ کی سیرت و سوانح پڑھنے سے قاری کے دل پر عمل کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے انسان کی اپنی سیرت و کردار کی تکمیل ہوتی۔

انسانی سیرت و کردار کی تکمیل کے لئے اولیائے کاملین کی صحبت و ہم نشینی، اکسیر کا حکم رکھتی ہے جس کی واضح مثال حضرات صحابہ کرام کا مرتبہ و مقام ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو صحابیت کا اتنا بڑا مقام محض رسول اللہ ﷺ کی صحبت و ہم نشینی کے طفیل حاصل ہوا جسے بعد میں آنے والا کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور پھر صحبت صالح اور نگاہ کے

اثرات کا انسانی زندگی پر مرتب ہونا بدیہی ہے اس لئے کہ اگر نظر بد کے برے اثرات ہوتے ہیں تو نظر خیر کے اچھے اثرات کیوں نہیں ہوں گے ؟

ایک بزرگ کے حالات زندگی میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کی ایک مجلس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس دن تک اس کی برکت سے عبادت میں نشاط کی کیفیت رہتی تھی۔ اس مناسبت سے میں اپنے شیخ علامہ محقق عبد الفتاح ابو غدہ کی مجلس کے تأثرات کا ذکر کیا کرتا ہوں کہ ان کی ایک مجلس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس دن تک علمی نشاط رہتا تھا۔

ہمارے مشائخ اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے جامعیت کاملہ سے نوازا تھا چنانچہ وہ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، تصنیف وتالیف، تعلیم وتدریس، اصلاح وتربیت وغیرہ، ہر میدان میں امام نظر آتے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ان سے وہ کام لیا جو ایک مستقل اکیڈمی نہیں کر سکتی، جس کی زندہ مثال حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیات ہیں، کہ ان کی حیات مستعار کے لمحات اور کارناموں کا موازنہ کیا جائے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے اپنی حیات مستعار کے محدود دنوں میں اتنا سارے کام کس طرح اور کیسے کر لئے تھے ؟؟

میں سمجھتا ہوں اس کی بنیاد ان بزرگان دین کا اخلاص، استقامت، نظم اوقات اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق وہدایت تھی، جیسا کہ ارشاد الٰہی: ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا'' میں اس کی طرف اشارہ ہے- اسی لئے استقامت کو کرامت کہا گیا ہے چنانچہ کہا گیا ہے: "الاستقامة هي الكرامة" یہ اسی استقامت کا نتیجہ ہے کہ آج بھی امت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ ان حضرات کے ملفوظات اور تالیفات سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور امت کو برابر ان کی تعلیمات سے ہدایت مل رہی ہے۔

سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو ایسی جامعیت عطا فرمائی تھی اور ان میں ایسے ایسے کمالات جمع فرمائے تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حضرت علقمہ ابن قیس کوفی " متوفی ۶۱ / ۶۲ھ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ نہایت اونچے درجے کے تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''میں نے حضرات صحابہ کرامؓ کو بہت قریب سے دیکھا، ان کی مثال ان چشموں کی سی ہے جن سے لوگ سیراب ہوتے ہیں، پھر ان چشموں میں

سے بعض تو وہ ہوتے ہیں جن سے دس آدمی سیراب ہوتے ہیں، بعض سے پچاس، بعض سے سو، اور بعض وہ ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی آجائے تو وہ سب کو سیراب کرلیں۔ پھر فرمایا: "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان چشموں میں سے تھے جو ساری دنیا کو سیراب کرنے والے ہوتے ہیں"۔

ٹھیک اسی طرح ہمارے بزرگوں میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو اس کا مصداق بنایا تھا کہ آپؒ ان علماً میں سے تھے جن میں یہ کمال تھا، چنانچہ آپ کے علوم وفیوض کے چشمہ صافی سے پوری دنیا سیراب ہوئی مگر وہ نہ ختم ہوا اور نہ کم ہوا۔ اس لیئے کہ حضرتؒ کی دینی خدمات کا جائزہ لیجئے تو ایک طرف علماً کی تربیت ہو رہی ہے، درس و تدریس ہو رہا ہے، رشد و ہدایت کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ تو دوسری جانب عوام کی تربیت کا انتظام ہے، ان کی ذہن سازی ہو رہی ہے اور روحانی فیض پھیلایا جا رہا ہے، بلکہ یہاں بیٹھ کر ان کی تربیت کا اثر اور علمی فیض دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہے۔ مجھے اکثر باہر جانے کا اتفاق ہوتا ہے وہاں دیندار طبقے سے ملاقات ہوتی ہے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ ہم ہر جمعے کو "جنگ اخبار" کا انتظار کرتے ہیں۔ کہ جمعہ آئے تو ہم حضرت کا فقہی مسائل کا کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" پڑھ کر ہدایت حاصل کریں۔

اسی طرح تدریس کے میدان میں آپ لائق وفائق اور قابل مدرس، تصنیف و تالیف کے میدان میں قلم کے شہسوار، فرق باطلہ کے مقابلہ میں بحث و مناظرہ اور مناقشہ و مباحثہ، میں نہایت مہذب و شائستہ زبان و بیان اور حد درجہ منصفانہ انداز کے مالک تھے، جس کا مخالفین کو بھی اعتراف تھا، اگر اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ کی تصنیف، اختلاف امت اور صراط مستقیم، جسے اگر الہامی تصنیف کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا، دیکھی جا سکتی ہے۔ بلا شبہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ " وجادلھم بالتی ھی احسن " کا نمونہ ہے اسی طرح اگر آپ کے فتاویٰ اور امت کے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ کے قلم کے جواہر پارے "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جو غالباً بیس سال سے زائد عرصہ سے روزنامہ "جنگ" کے جمعہ ایڈیشن میں شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سائل کو درپے مسائل اور مشکلات سے نکلنے کی راہنمائی بھی کی گئی ہے۔ بلاشبہ روزنامہ "جنگ" کے اس سلسلہ کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو دینی مسائل میں

راہنمائی حاصل ہوئی، اور لوگ جن مسائل کو شرم کے مارے پوچھ نہیں سکتے تھے۔ یا ان کو یہی ہی معلوم نہیں تھا کہ پوچھیں تو کس سے؟ اور کس طرح؟ اس سلسلہ کے ذریعہ ان کے مسائل گھر بیٹھے حل ہونے لگے۔ الحمدللہ اب یہ ذخیرہ نو (۹) جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور امت کی راہنمائی کر رہا ہے۔ جبکہ مزید جلدوں کی ترتیب کا کام جاری ہے۔

حضرت شہیدؒ رحمہ اللہ ایک کامیاب مصلح اور مربی تھے جنہوں نے اپنی سیرت و کردار، اپنے وعظ و بیان، دعوت و ارشاد اور رشد و ہدایت اور حلقہ ہائے ذکر و فکر سے ہزاروں انسانوں کی اصلاح و تربیت فرمائی- بہت سے علماء اور مخلصین انشاء اللہ حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں سے پر لکھیں گے، میں چونکہ تحریر کے میدان کا آدمی نہیں ہوں اسلئے بعض مخلصین کے اصرار پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں حضرت شہید رحمہ اللہ کے اوصاف عالیہ میں سے صرف ایک وصف پر کچھ مختصر سا لکھنے کی کوشش کروں گا اور وہ وصف جس کا میں نے سفر وحضر میں مشاہدہ کیا ہے۔ آپؒ کی صفت "استقامت" ہے، میرے ناقص خیال میں غالبًا یہی وہ بنیادی صفت ہے۔ جو حضرت شہید رحمہ اللہ کے سارے کمالات کی بنیاد ہے۔

ہمارے شیخ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی نظر انتخاب جب آپ پر پڑی تو آپ ہاموں کانجن میں تدریس کر رہے تھے۔ حضرت نے آپ کو بینات کے لئے نہایت موزوں سمجھا، اور اس کے لئے دس دن مانگے تو ماموں کانجن کے حضرات تو اسکے لئے تیار نہ ہو سکے البتہ آپ کے قدردان جامعہ رشیدیہ والوں نے آپ کو مدرس رکھ لیا اور طے ہوا کہ آپ دس دن بینات، کراچی کے لئے دیں گے۔ اور بیس دن ساہیوال میں پڑھائیں گے چنانچہ یہ معمول سالوں چلا، پھر جب آپ کو مستقل دفتر ختم نبوت ملتان میں متعین فرمایا گیا اور طے ہوا کہ اتنے دن آپ ملتان میں ختم نبوت کا کام کریں اور اتنے روز کراچی آکر بینات کا کام سرانجام دیں گے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک آپ نہایت استقامت کے ساتھ یہ دونوں فرائض، خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ مستقل کراچی منتقل ہو گئے،

کراچی منتقل ہونے کے بعد آپؒ نے جس استقامت کے ساتھ بینات کی ادارت اور اسکے ذریعہ مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا، وہ محتاج بیان نہیں، جس سے بے شمار انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور لاکھوں انسانوں کے ذہنوں کا قبلہ درست ہوا، میں سمجھتا ہوں یہ ان کے

اخلاص، اور استقامت، وسعت معلومات اور علمی رسوخ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہید رحمہ اللہ کی استقامت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے تربیت کا جو سلسلہ بھی شروع فرمایا، اسے نہایت پابندی سے نبھایا، وہ جمعہ کا وعظ ہو۔ یا ہفتہ کے مختلف دروس، مجالس ذکر ہوں یا رمضان المبارک کا اعتکاف، اس میں کبھی تخلف نہیں آنے دیا، ہمارے ان اکابر کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں فرماتے۔ بلکہ وہ نظم اوقات کے ذریعہ اپنے اوقات کو تعلیم وتربیت، تصنیف و تالیف، اور تلاوت وذکر میں اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی سے قیمتی بن جاتا ہے اور ان کے اوقات میں برکت ہو جاتی ہے، یہ اسی نظام الاوقات کا ثمرہ ہے کہ آج حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی چھوٹی بڑی تالیفات ہزار سے تجاوز کر گئی ہیں۔ اسی طرح راقم الحروف کو حضرت شہیدؒ کے ساتھ بعض چھوٹے بڑے اسفار میں معیت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ مثلاً ملتان، لاہور، تاشقند، سمرقند، بخارا، برطانیہ، اور افغانستان وغیرہ کے اسفار میں راقم بھی ان کے ہم رکاب تھا جن میں ان کی استقامت اور لمحات زندگی کو قیمتی بنانے کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا، چنانچہ ان کی استقامت کا یہ حال تھا کہ گھر سے نکلتے ہی ہاتھ میں تسبیح ہوتی اور زبان ذکر اللہ سے تر رہتی، ائیرپورٹ، ہوائی جہاز وغیرہ ہر جگہ یہی حال تھا۔ جہاں بھی ہوتے نماز کے وقت میں باقاعدہ اذان دلاتے اور باجماعت نماز ادائیگی کا اہتمام فرماتے۔

تاشقند کے ایک ہوٹل میں علماء کے وفد کے ساتھ قیام تھا، جہاں کسی زمانہ میں اذان دینا بھی جرم تھا، وہاں بھی باقاعدہ آپ اذان کہلواتے اور سب کے سامنے باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ اور فجر کی نماز میں جب قاری سعید الرحمٰن صاحب امام ہوتے تو بہتوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔

یہی حال آپ کی تہجد کے معمول کا تھا کہ سفر میں بھی اس میں کبھی فرق نہیں آتا تھا، گویا وقت پر اٹھنا، وقت پر عبادت کرنا، اور وقت پر دوسرے معمولات ادا کرنا آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔

یہ مختصر سے مشاہدات و تاثرات ہیں جو میں نے قلمبند کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اکابر کی طرح استقامت نصیب فرمائے۔ میں سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر طلباء اور علماء کرام سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں دین کی خدمت کر سکیں تو اپنے اندر ان اکابر کی طرح استقامت کی صفت پیدا کریں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اوقات اور اعمال میں کیسی برکت ظاہر ہوتی ہے۔